# تنظیم اسلامی کی انقلابی فکر اور اس کے مراحل کا تنقیدی مطالعہ

## CRITICAL STUDY OF TANZEEM-E-ISLAMI'S REVOLUTIONARY THOUGHT AND ITS STAGES

محمد محمود رضا*

ڈاکٹر حافظ عبد المجید**

## Abstract:

Indeed, today is the era of western supremacy. But it is also a satisfying aspect that many movements in the Muslim world are trying to bring about Islamic revolution. Each party and movement has adopted its own methodology for the success of this task. For example, some took the military approach, some adopted a democratic political electoral method and some chose the revolutionary path. Among these movements one is Tanzeem e Islami Pakistan, which has its own distinctive Islamic revolutionary concept. Tanzeem e Islami is neither the political party nor the religious sect, it is an islamic revolutionary party. They want to dominate the system of Islam first in Pakistan and then all over the world. The founder of Tanzeem e Islami Dr. Israr Ahmad, who also founded the Anjuman Khudam-ul-Quran and the Khilafat Movement, his thought seems to be influenced by Shaikh Ul Hind Maulana Mahmood Hassan, Maulana Abul Kalam Azad and Dr. Allama Iqbal. This article gives analytical study of their concept about islamic revolution and its phases.

**Keywords:** movements, methodology, Tanzeem Islami, Islamic revolution, revolutionary phases

## تعارف

مسلمانوں کے سیاسی زوال کے بعد بلاشبہ دورِ حاضر مغرب کی حاکمیت کا دور ہے، آج دنیا بجا طور پر مغرب کے زیر تسلط آچکی ہے، عالم اسلام پر مغرب نے عسکری، سیاسی، ذہنی اور فکری بالادستی قائم کر لی ہے، جنہوں نے اپنے افکار و نظریات اور تہذیب و تصورات سے مسلم معاشروں کو مرعوب کر دیا ہے۔ خون مسلم کی ارزانی ہولناکی کی حد پار کر

*پی ایچ ڈی اسکالر، شعبہ اسلامیات و عربی، گومل یونیورسٹی، ڈی آئی خان۔ mahmoodraza249@gmail.com

**اسسٹنٹ پروفیسر، شعبہ علوم اسلامی و عربی، گومل یونیورسٹی، ڈی آئی خان۔ drham1973@gmail.com

چکی ہے، آج کا مسلمان نہ صرف اپنے قابل فخر ماضی سے نا آشنا ہے بلکہ اپنے حال میں بھی اتنا بدحال ہے کہ مستقبل سے قطعی طور پر بے خبر ہے۔ لیکن اس سب کے باوجود اطمینان بخش پہلو یہ ہے کہ مسلم ممالک سے ایسی اسلامی احیائی تحریکات اٹھ رہی ہیں جنہوں نے اسلامی نظام اور نظریات کو فروغ دینے کا کام شروع کیا ہوا ہے، ان تحریکات کے بنیادی نکات میں مغربی تہذیب سے بیزاری، اسلام کی نشاۃ ثانیہ اور اسلامی نظامِ حکومت کا قیام شامل ہیں۔

لیبیا میں سنوسی تحریک (تاسیس:1837ء)، سوڈان میں مہدی سوڈانی (تاسیس:1881ء) کی تحریک، ترکی کی سعید نورسی (تاسیس:1909ء) کی انقلابی تحریک، مصر میں اخوان المسلمون (تاسیس:1928ء) اور فلسطین میں حماس (تاسیس:1987ء) بہت نمایاں تحریکیں ہیں، جبکہ برصغیر پاک و ہند کی اسلامی تحریکات میں جماعت اسلامی (تاسیس:1941ء)، تنظیم اسلامی (تاسیس:1975ء) اور تحریک منہاج القرآن (تاسیس:1980ء) نمایاں تحریکیں ہیں، ہم اپنے اس مضمون میں ڈاکٹر اسرار احمد کی قائم کردہ تحریک تنظیم اسلامی کے انقلابی تصور کا تجزیاتی مطالعہ پیش کرنے کی کوشش کریں گے۔

## بانیٔ تنظیم و تنظیم اسلامی

بانی تنظیم اسلامی ڈاکٹر اسرار احمد 26 اپریل 1932ء کو ہریانہ کے تاریخی ضلع حصار (بھارت) میں پیدا ہوئے،[1] تعلیم کا آغاز قرآن مجید سے ہوا، بچپن سے ہی کلامِ اقبال سے روشناس ہو گئے،[2] میٹرک کے دوران مولانا ابوالکلام آزاد کی تحریریں پڑھنے کا موقع ملا،[3] جماعت اسلامی کا لٹریچر بھی پڑھا اور یوں ان تحریروں سے دین کا انقلابی نظریہ ڈاکٹر صاحب کے قلب و ذہن میں راسخ ہو گیا۔[4] پاکستان آنے کے بعد اسلامی جمعیت طلبہ پاکستان سے وابستہ رہے اور اسکے ناظم اعلیٰ بھی رہے۔[5] کچھ عرصہ جماعت اسلامی کے بھی رکن رہے، مگر طریق کار سے اختلاف کی بنیاد پر جماعت کی رکنیت سے مستعفی ہو گئے تھے،[6] لیکن قرآن حکیم کی تعلیم کے پھیلاؤ کے متعدد حلقے قائم کئے۔[7] 1972ء میں اپنا ادارہ انجمن خدام القران قائم کیا[8] 1975ء میں تنظیم اسلامی کی بنیاد رکھی جس کے وہ بانی قائد مقرر ہوئے،[9] اپنی زندگی کے آخری دن تک قرآن کے درس اور احیائے خلافت کی جدوجہد کا کام جاری رکھا، بالآخر 14 اپریل 2010ء کو اپنے خالقِ حقیقی سے جا ملے۔[10]

ڈاکٹر اسرار احمد کی قائم کردہ تنظیم اسلامی کا نصب العین اور منزل بہت واضح ہے کہ نظامِ باطل کو ختم کر کے اس کی جگہ اسلامی نظامِ خلافت کو قائم کیا جائے، یہ ہدف تنظیم اسلامی کی اکثر کتب میں درج ہے کہ تنظیم اسلامی کا پیغام، نظام خلافت کا قیام۔[11] البتہ بالکل حال ہی میں سابق امیر تنظیم نے ایک اور نیا سلوگن دیا ہے کہ تنظیم اسلامی کا

پیغام، خلافت راشدہ کا نظام۔[12]

تنظیم اسلامی کا تاسیسی اجلاس 27 اور 28 مارچ 1975ء کو مرکزی انجمن خدام القرآن لاہور کے دفتر میں منعقد ہوا،[13]

اس کے قیام کے اصل محرک کے بارے بانی تنظیم اسلامی ڈاکٹر اسرار لکھتے ہیں کہ: پچھلی صدی میں مولانا ابو الکلام آزاد نے حکومت الہیہ کا نعرہ لگایا، ان کے بعد مولانا مودودی نے اس کام کا بیڑہ اٹھایا اور جب وہ انتخابی سیاست کی بھول بھلیوں میں گم ہو گئے تو میں اس مشن کو آگے لیکر چلنے کی کوشش کر رہا ہوں۔[14]

تنظیم اسلامی کا مختصر تعارف تنظیم کے "نظام العمل" کی پہلی دفع کے مطابق کچھ یوں ہے:

الف۔ یہ ایک اصولی اسلامی انقلابی جماعت ہے جو پہلے پاکستان اور بالآخر کل روئے زمین پر اللہ کے دین کے غلبے، یعنی اسلام کے نظام عدل اجتماعی کے قیام، یا بالفاظ دیگر اسلامی انقلاب، کے لئے کوشاں ہے۔

ب۔ اس کی تنظیمی اساس، 'سمع وطاعت فی المعروف' کی شخصی بیعت پر قائم ہے۔[15]

## بانی تنظیم اسلامی کے نزدیک مفہوم انقلاب

تنظیم اسلامی کا دنیا کے مختلف انقلابات کے بارے میں یہ مؤقف ہے کہ تاریخ کے دو بڑے انقلاب، انقلابِ فرانس اور انقلابِ روس جن کی بہت شہرت ہے، محض جزوی انقلابات تھے، ان دونوں نے زندگی کے رخ میں کوئی ہمہ گیر تبدیلی برپا نہیں کی، انقلابِ فرانس میں صرف نظامِ حکومت کا ڈھانچہ تبدیل ہوا یعنی شخصی حکومت کی جگہ جمہوریت آگئی، اسی طرح انقلابِ روس اگرچہ ایک بہت بڑا انقلاب تھا، لیکن اس کے ذریعے بھی ایک جزوی تبدیلی ہی آسکی، محض نظامِ معیشت کا ڈھانچہ تبدیل ہوا، وہاں بھی اصل تبدیلی زندگی کے محض ایک گوشے میں یعنی معاشی زندگی میں واقع ہوئی۔

تنظیم اسلامی جس انقلاب کو مکمل اور ہمہ گیر تصور کرتی ہے وہ عرب میں محمد عربی ﷺ کا برپا کردہ انقلاب تھا، انکے نزدیک اس انقلاب میں لوگوں کے عقائد بدلے، افکار بدلے، نظریات بدلے، زندگی کی قدریں بدلیں، نقطہ نظر تبدیل ہو گیا، سوچ کا رخ بدل گیا، طرزِ بود و باش بدل گئی، معیشت کا انداز بدل گیا، سیاست کے طور اطوار بدل گئے، یوں کہئے کہ زمین بدل گئی، آسمان بدل گیا، بلکہ یہاں یہ تلاش کرنا پڑتا ہے کہ کیا نہیں بدلا! اس پہلو سے کسی دوسرے انقلاب کو انقلابِ محمدی ﷺ سے کوئی دور کی نسبت بھی نہیں ہو سکتی![16]

انقلاب کے لغوی و اصطلاحی مفہوم کے حوالے سے بانی تنظیم اسلامی ڈاکٹر اسرار احمد کی رائے کچھ یوں تھی کہ انقلاب

کے لغوی معنی ہیں تبدیلی، لہذا ہم یہ لفظ کسی بھی لفظ کے ساتھ جوڑ کر استعمال کر لیتے ہیں، مثلاً علمی انقلاب، ثقافتی انقلاب، سائنسی انقلاب، فوجی انقلاب، لیکن لفظ "انقلاب" کے اصطلاحی مفہوم میں اس استعمال کی گنجائش نہیں، بلکہ کسی معاشرے کے سیاسی نظام، معاشی نظام یا سماجی نظام میں سے کسی ایک میں بنیادی تبدیلی کو صحیح انقلاب سے تعبیر کیا جا سکتا ہے۔ آج کی اصطلاح میں انقلاب اس اجتماعی نظام میں کسی تبدیلی کو کہتے ہیں، مذہبی میدان میں کسی بڑی سے بڑی تبدیلی کو انقلاب نہیں کہا جا سکتا، اس لئے کہ اس مذہبی تبدیلی سے سیاسی، معاشی اور سماجی نظام میں کوئی تبدیلی نہیں ہوتی، مذہبی تبدیلی کی انسانی تاریخ میں سب سے بڑی مثال یہ ہے کہ 300ء میں شہنشاہِ روم قسطنطینِ اعظم نے عیسائیت اختیار کر لی تھی اور تین براعظموں پر مشتمل پوری سلطنت عیسائی ہو گئی، لیکن اتنی بڑی مذہبی تبدیلی کا نام کبھی انقلابات کی تاریخ میں نہیں گنوایا گیا، لہٰذا انقلاب (Revolution) وہ تبدیلی کہلائے گی جو کسی ملک کے سیاسی نظام، معاشی نظام یا سماجی نظام سے متعلق ہو اور بنیادی نوعیت کی ہو۔[17]

تنظیم اسلامی انفرادی اور مذہبی میدان میں تبدیلی کو انقلاب تصور نہیں کرتی بلکہ معاشرے کے سیاسی، معاشی، سماجی نظام میں بنیادی تبدیلی رونما ہونے کو انقلاب کہتی ہے۔ حالانکہ اگر جائزہ لیا جائے تو واضح ہوتا ہے کہ کسی بھی معاشرہ میں کوئی بھی تبدیلی فرد کی ذہنی، قلبی اور اخلاقی تبدیلی کے بغیر ممکن نہیں۔ اسی طرح فرد کے مذہب کی تبدیلی بھی کسی اجتماعی انقلاب کی پہلی سیڑھی بن سکتی ہے کیونکہ انسان کی جملہ اعمال و تصورات سب اس کی ذہنی ساخت، قلبی کیفیت اور اخلاق و عادات کے مطابق ہی سرزد ہوتے ہیں۔ حدیثِ مبارکہ میں بھی انسان کے کل بگاڑ اور بناؤ کا دارومدار دل کو ہی قرار دیا گیا ہے۔ حضور ﷺ کا فرمان ہے:

"أَلَا وَإِنَّ فِي الْجَسَدِ مُضْغَةً إِذَا صَلَحَتْ صَلَحَ الْجَسَدُ كُلُّهُ، وَإِذَا فَسَدَتْ فَسَدَ الْجَسَدُ كُلُّهُ أَلَا وَهِيَ الْقَلْبُ"[18]

ترجمہ: "جان رکھو بیشک بدن میں ایک گوشت کا ٹکڑا ہے اگر وہ سنور گیا تو سارا بدن سنور گیا اور جو وہ بگڑ گیا تو سارا بدن بگڑ گیا۔ یاد رکھو وہ ٹکڑا دل ہے۔"

یہ بات بعید از قیاس ہے کہ ڈاکٹر صاحب اسلامی انقلاب کے لیے فرد کی قلبی، ذہنی اور اخلاقی اصلاح کو نظر انداز کریں، انہوں نے اپنے انقلابی مراحل میں یہ بات سامنے رکھی کہ فرد کی تبدیلی کے بغیر انقلاب کا تصور محال ہے۔ البتہ اپنے مفہومِ انقلاب میں ڈاکٹر صاحب نے اس بات کو وضاحت کے ساتھ پیش نہیں کیا کہ اجتماعی انقلاب سے پہلے انفرادی انقلاب کا پیدا ہونا ہی دراصل اجتماعی انقلاب کا پیش خیمہ ثابت ہوتا ہے۔

انقلاب کے منہج کے حوالے سے بانی تنظیم کے مطابق تنظیم اسلامی کے انقلابی فکر کا منہج سیرت النبی ﷺ سے لیا گیا ہے، وہ لکھتے ہیں:

"میں یہ نتیجہ اخذ کرتا ہوں کہ آج عہدِ حاضر میں اجتماعیات، سوشیالوجی یا پولیٹیکل سائنس کا کوئی طالب علم پوری دیانت داری سے انقلاب کا صحیح طریق کار اخذ کرنا چاہے تو اسے صرف محمد ﷺ کی سیرتِ طیبہ سے مکمل رہنمائی مل سکتی ہے، مارکس، اینجلز، لینن یا والٹیئر کی زندگیوں سے اس ضمن میں قطعاً کوئی رہنمائی حاصل نہیں ہو سکتی، گویا طریق انقلاب کے لئے اب دنیا کے سامنے صرف ایک ہی منبع و سرچشمہ ہے اور وہ رسول ﷺ کی سیرتِ طیبہ ہے"۔[19]

بہر حال بانی تنظیم و تنظیم اسلامی کے انقلاب کے مفہوم کو کافی حد تک سراہا جا سکتا ہے، اس سے یہ واضح ہو رہا ہے کہ انقلاب کا تعلق زندگی کے کن کن شعبوں سے ہے اور عوام الناس کو بھی انقلاب کا اصل مفہوم جاننے میں رہنمائی مہیا ہو رہی ہے۔ مزید انہوں نے دنیا کے مشہور اور اہم انقلابات کا تقابل پیش کر کے یہ بات واضح کی کہ اصل انقلاب حضرت محمد ﷺ کا برپا کردہ ہی ہے، جس نے دنیا کے نظام کو بدل کر رکھ دیا اور موجودہ دور میں تبدیلی بھی اسی انقلاب کے طریق کار کو اختیار کرنے سے ہی آئے گی، تنظیم کے اس مؤقف سے کسی طور پر انکار نہیں کیا جا سکتا۔

## تنظیم اسلامی کی انقلابی فکر کا پس منظر

تنظیم اسلامی اپنے انقلابی فکر کو ہندوستان کے شاہ ولی اللہ محدث دہلوی اور پھر اسی سلسلے سے چودھویں صدی ہجری کے شیخ الہند مولانا محمود حسن کی احیائے اسلام کی جدوجہد سے جوڑتی ہے، بانی تنظیم لکھتے ہیں:

"حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی کے دور تک کے تمام مجددینِ امت کی مساعی اکثر و بیشتر علم و فکر کے میدان تک محدود رہی اور اس کی نوعیت احیائے دین نہیں بلکہ حفاظت و مدافعتِ دین کی تھی، اس لیے کہ اسلام کا تہذیبی و عمرانی ڈھانچہ اور اسلامی شریعت مسلمان ممالک میں بالفعل نافذ تھی"۔[20]

"ہندوستان میں دعوتِ قرآنی کی بنیاد حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی نے ڈالی اور ان کے صاحبزادگان اور انکی جماعت نے اس دعوت کے سلسلے کو جاری رکھا۔ پھر مولانا محمود حسن شیخ الہند نے اپنی جماعت کو شاہ صاحب کے اس مشن کو آگے بڑھانے کی طرف متوجہ کیا تھا"۔[21]

بعد میں اسی سلسلہ سے مولانا ابو الکلام آزاد کی حکومت الٰہیہ کی محنت نظر آتی ہے، جیسا کہ ڈاکٹر صاحب نے لکھا:

"برصغیر میں اس تحریک احیائے دین کے مؤسس اولین اور داعی اول کی حیثیت مولانا ابو الکلام آزاد مرحوم کو حاصل ہے، ان کی دعوت نے لاکھوں مسلمانوں کے دلوں کو مسخر کیا، لیکن اس کے بعد خدا ہی بہتر جانتا ہے کہ کس سبب انہوں نے اس عظیم مشن کو خیر باد کہ کر انڈین نیشنل کانگریس میں شمولیت اختیار کی اور پوری زندگی ہندوستان کی سیاست کے نذر کر دی"۔[22]

پھر اس کا تسلسل مولانا مودودی کی جماعت اسلامی ہے جس کے بارے بانی تنظیم کچھ یوں لکھتے ہیں:

"مولانا ابو الکلام آزاد مرحوم تو میدان چھوڑ کر بھاگ گئے لیکن کم و بیش دس سال بعد ایک باہمت نوجوان (مولانا مودودیؒ) نے مولانا کی زندگی میں ہی انہیں مرحوم قرار دے کر ان کے ترک کردہ مشن کو اختیار کرنے کا عزم مصم کیا اور 1941ء میں جماعت اسلامی کے نام سے ایک جماعت کی بنیاد رکھی"۔[23]

جماعت اسلامی کے بارے ڈاکٹر اسرار رقمطراز ہیں:

"پاکستان کے قیام کے بعد جماعت اسلامی نے اپنے اصولی مؤقف کو ترک کر کے نظام حکومت کی اصلاح کے لئے سیاست کے میدان میں قدم رکھا اور احیائے اسلام کی ہمہ جہتی عمل میں ٹھیٹھ اصولی اسلامی تحریک کی جگہ خالی ہو گئی"۔[24]

اور پھر ڈاکٹر اسرار احمد کے نزدیک تنظیم اسلامی اسی فکر کو لے کے آگے بڑھی۔ بانی تنظیم لکھتے ہیں:

"اور اسی خلا کو پر کرنے اور براہ راست اسلام کی نشاۃ ثانیہ کی دعوت و تحریک اور غلبہ اقامت و دین کی جدوجہد کے تسلسل کو برقرار رکھنے کی کوشش کا مظہر ہے تنظیم اسلامی"۔[25]

### الف) فکری اساس

تنظیم کی اساسی فکر کے مطابق اسلام ایک دین ہے مذہب نہیں، اس میں انفرادی اور اجتماعی زندگی کے بارے تفصیلی احکامات ملتے ہیں، تنظیم اسلامی کے سابق مرکزی ناظمِ دعوت و تربیت لکھتے ہیں کہ انفرادی زندگی کے تین گوشے ہیں، عقائد، عبادات اور تیسرا رسومات جبکہ اسی طرح اجتماعی زندگی کے نمایاں گوشوں میں سماجی نظام، معاشی نظام اور سیاسی نظام شامل ہے۔[26] لہٰذا تنظیم کا یہ بنیادی فکر ہے کہ دین ہونے کے ناطے اسلام اپنا غلبہ چاہتا ہے، جہاں انفرادی زندگی میں احکامات اسلامی کا نفاذ لازم ہے وہاں اجتماعی زندگی میں بھی احکامات اسلامی کا نفاذ لازم ہے، اسی کو اقامت دین کہیں گے اور اگر یہ نافذ نہ ہو تو اس کے قیام کی جدوجہد بنیادی دینی فریضہ ہے جس کے لئے ایک جماعت ضروری ہے۔

### ب) دینی فرائض کا جامع تصور

تنظیم اسلامی مولانا ابوالکلام آزاد اور مولانا مودودی کی فکر کو آگے بڑھاتے ہوئے مسلمانوں کو دینی فرائض کا ایک جامع تصور پیش کرتی ہے، جس کے مطابق ایک فرد کو تین ذمہ داریوں کا احساس دلایا گیا، پہلی یہ کہ ایک فرد خود صحیح معنوں میں اللہ کا بندہ بنے، دوسرا دین کی دعوت و تبلیغ کرے، تیسرا وہ اللہ کے اس دین حق کے بالفعل قیام اور غلبے کے لئے ہر دم کوشاں ہو۔[27] آگے تنظیم ان فرائض سے عہدہ بر آ ہونے کے لئے تین لوازمات بھی پیش کرتی ہے، جس میں پہلا لازمہ جہاد فی سبیل اللہ ہے، جس میں اپنے نفس کے خلاف جہاد سے لیکر قتال فی سبیل اللہ تک ہر جہاد شامل ہے، دوسرا لازمہ التزامِ جماعت ہے کہ دین کے نظام کے نفاذ کا کام بغیر جماعت کے ممکن نہیں، تیسرا لازمہ یہ کہ جو جماعت قائم ہو وہ بیعت پر مبنی ہو اور اس کا نظام اسلامی اصول سمع وطاعت پر ہونا چاہئے۔[28]

### ج) جہاد بالقرآن

تنظیم اسلامی اپنی فکر میں یہ بات بھی واضح کرتی ہیں کہ پاکستان کے معروضی حالات میں صرف قرآن سے مقابلہ کیا جا سکتا ہے، جن میں پہلا مقابلہ جاہلیت قدیمہ سے ہے، جو عوام الناس میں موجود ہے، جن میں مشرکانہ عقائد سے زیادہ شفاعت باطلہ کا تصور ہے، جو ایمان الآخرت کو کمزور کرتا ہے، دوسرا محاذ جاہلیتِ جدیدہ ہے جو در حقیقت مادہ پرستی کے پردہ میں اللہ کا انکار ہے، یہ در اصل دہریت ہے، تیسرا مقابلہ بے یقینی سے ہے، جو کسی جانب یکسو ہونے سے روکتی ہے، چوتھا مقابلہ نفس پرستی اور شیطانی ترغیبات سے ہے جس کی ذیل میں ثقافت اور تہذیب کے نام پر گمراہ کیا جارہا، پانچواں مقابلہ فرقہ واریت سے ہے، ان سب سے مقابلہ قرآن ہی کے ذریعہ کیا جا سکتا ہے۔[29]

### د) تحریک دعوت رجوع الی القرآن

بانی تنظیم اسلامی کی فکری گوشوں میں اہم ترین دعوت رجوع الی القرآن کی تحریک ہے، 1972ء میں انجمن خدام القرآن نامی ادارہ قائم کرنے کے موقع پر اس کے مقاصد کے حوالے سے وہ لکھتے ہیں: "ہمارے نزدیک اس وقت اہم ترین کام یہ ہے کہ ایک طرف ادیانِ باطلہ کے عقائد کا مؤثر و مدلل ابطال کیا جائے، دوسری طرف مغربی فلسفہ و فکر کے رخ کو موڑنے کی کوشش کی جائے اور حکمتِ قرآنی کی زبردست جوابی علمی تحریک برپا کی جائے جو انسانی زندگی کے لئے دین کی رہنمائی وہدایت کو بھی مدلل و مفصل طور پر واضح کردے"۔[30]

اسی تحریک کے زیر تحت قرآن اکیڈمیز قائم کی گئیں، جن کے حوالے سے وہ لکھتے ہیں:

"قرآن اکیڈمی کا قیام عمل میں لایا جائے، جو ایک طرف قرآنی علوم کی عمومی نشر و اشاعت کا بندوبست کرے دوسری طرف ایسے نوجوانوں کی تعلیم و تربیت کا اہتمام کرے جو بیک وقت علوم جدیدہ اور قرآن کی حکمت سے بہرہ ور ہوں تاکہ علمی کاموں کے لئے راہ ہموار ہو"۔[31]

### ھ) تحریک خلافت کا قیام

تنظیم اسلامی کی انقلابی فکر کا ایک اہم پہلو یہ بھی ہے کہ 1991ء میں ڈاکٹر اسرار احمد نے تحریک خلافت پاکستان کا آغاز کیا جس کا مقصد پاکستان میں نظام خلافت علی منہاج النبوۃ کا قیام تھا۔[32] اس نظام کے قائم کرنے کے لئے مکمل انقلابی مراحل بھی دیئے، (جس کی تفصیل آگے موجود ہے) ڈاکٹر اسرار احمد اس بات کے بھی شدت سے قائل تھے کہ نظام خلافت قائم کرنے کی جدوجہد ہر مسلمان کے لئے فرضِ عین ہے۔[33]

تنظیم اسلامی کی فکر کے مختلف پہلوؤں کا اگر جائزہ لیا جائے تو بلاشبہ تنظیم نے اقامت دین کی جدوجہد کے عظیم کام کو نہ صرف آگے بڑھایا بلکہ اس میں جوش و جذبہ کی نئی روح پھونک دی، تجدید و احیائے دین کی کوششوں کو نا صرف بڑی خوبصورتی سے واضح کیا بلکہ اس حوالے سے ہونے والے کام کو برصغیر میں گزشتہ چار سو سال سے ہونے والی تجدیدی محنتوں کا بار امانت قرار دیا اور امت کو اس امانت کا حق ادا کرنے کے لئے بڑے جوش و ولولہ سے متوجہ کرنے کی کوشش بھی جاری رکھے ہوئے ہے۔

عملی طور پر تنظیم، تحریک رجوع الی القرآن و تحریک خلافت کے زیر اہتمام ہونے والے پروگرامات کو تمام بشری کمزوریوں کے باوجود ایک اچھی کاروائی اور صحت مند لائحہ عمل تو کہا جاسکتا ہے، لیکن امت کی مثال تن ہمہ داغ داغ شد کی سی ہے۔ ایک پہلو یہ بھی ہے کہ اس فکر سے پہلے سے موجود صحت مند افکار رکھنے والے افراد کی شخصیت میں مزید نکھار تو پیدا ہو جاتا ہے، لیکن امت مسلمہ کی کثیر تعداد عوام الناس ٹس سے مس نہیں ہوتی۔ چنانچہ یہ تمام انقلابی پہلو فکری لحاظ سے صحت مند ہونے کے باوجود عملی لحاظ سے مطلوبہ نتائج پیدا نہیں کر رہے۔ جس کی بڑی وجہ متفقہ تعبیرِ دین کا فقدان، روحِ اسلام سے ناآشنائی، ملوکیت کے زہریلے اثرات، جاہلی تصوف کے راہبانہ تصورات، امت مسلمہ کی صفوں میں شامل اسلام دشمن اور اسلام بیزار سیکولر ذہنیت کے افراد، علماء سوء، خائن حکمران اور بے لگام وہ ریاستی افراد ہیں کہ جو نظریہ پاکستان اور نظریہ اسلام کی مخالفت کے نصب العین پر متحد ہو کر کام کرتے ہیں اور اسی نظریہ اسلام اور نظریہ پاکستان پر کام کرنے والے منتشر ہو کر کام کرتے ہیں۔

تنظیم اسلامی کی تمام سرگرمیاں اگرچہ مجموعی طور سماج میں کوئی اچھی اور فوری تبدیلی لانے کا ذریعہ نہیں بن پائے۔ تاہم تنظیم کے اخلاص اور طرزِ عمل کو بھی اس دور میں غنیمت سمجھنا چاہیے کہ اپنی تمام تر بشری، انسانی کمزوریوں اور غلطیوں کے باوجود وہ بہت اعلیٰ سطح پر دین کا حقیقی شعور رکھتی ہے اور اس کی دعوت دیتی ہے۔ اس کے مطابق تبدیلی لانا چاہتی ہے۔ لیکن انقلاب دشمن طاقتیں جس قدر منظم، مؤثر اور وسیع ہو چکی ہیں، انہیں دائرہ اسلام کے اندر لانا یا ان کی طاقتوں کا مقابلہ کرنا ممکن ہو تو سکتا ہے، لیکن ممکن ہوتا نظر نہیں آتا۔ کیونکہ ابھی اس درجے کے وسائل، افرادی قوت، نظم وضبط، داخلی استحکام، عالمی ماحول، تعلیمی نظام اور خاص طور پر ہمارے مذہبی اداروں کے نصابات اور جامعات کا کردار مطلوبہ معیار تک نہیں پہنچ پایا۔ اگرچہ تنظیم انسانی کوششوں کی حد تک ہر ممکن سطح پر اپنا کردار ادا کر رہی ہے۔

## تنظیم اسلامی کے عصرِ حاضر میں انقلاب کے مراحل

ایک مکمل انقلاب کے چھ مراحل تنظیم اسلامی نے کچھ یوں ترتیب دیئے ہیں:

### 1۔ انقلابی نظریہ اور اس کی اشاعت:

تنظیم اسلامی کے انقلابی مراحل میں پہلا مرحلہ انقلابی نظریہ اور اس کی اشاعت کا ہے، تنظیم کے ترجمان رسالہ ہفت روزہ ندائے خلافت میں اس مرحلہ کے بارے کچھ یوں درج ہے:

ہر انقلاب کی پہلی ضرورت ایک ایسا انقلابی نظریہ ہوتا ہے، جو پہلے سے موجود Socio- Economic System Politico- کی جڑوں پر تیشا بن کر گرے، اور جب تک اس کے اندر ایسی کاٹ موجود نہ ہو کہ یہ موجودہ سیاسی، معاشی اور سماجی نظام کو کاٹتا ہو، اس وقت تک وہ انقلابی نظریہ نہیں، محض وعظ ہے، دوسرے یہ کہ اگر وہ نظریہ اور فلسفہ نیا ہے تو معاملہ آسان ہے، وہ اپنی اصطلاحات خود وضع کرے گا، لیکن اگر وہ کوئی پرانا نظریہ ہے تو اس کی وضاحت دورِ حاضر کی جدید اصطلاحات کے مطابق وقت کی علمی سطح پر کرنا ہوگی، پھر اس نظریہ کو پھیلایا جائے، عام کیا جائے اور اس کے لئے دورِ جدید کے تمام میسر ذرائع ابلاغ استعمال کئے جائیں۔[34]

1۔ اس مرحلہ کا جائزہ اگر پیش کیا جائے تو تنظیم نے اس مرحلہ میں اسلام کے نظریہ توحید کو اپنا انقلابی نظریہ بنایا اور اس کی بنیاد قرآن حکیم کو بنایا، اس کے لئے انکی قائم کردہ قرآن اکیڈمیز میں قرآن کے پیغام کو بھرپور طریقے سے پھیلانے کے ساتھ قرآن فہمی کا شوق پیدا کرنے کے لئے عمومی دروسِ قرآن کی محافل کا انعقاد بھی کرایا جاتا ہے۔

2۔ تنظیم کی اس مرحلے کی سب سے بڑی کامیابی 1985ء میں رمضان المبارک میں تراویح کے ساتھ ترجمہ قرآن بیان کرنے کے سلسلہ کا آغاز تھا، جو ایک مقام سے شروع ہو کر اب دنیا بھر میں ہزاروں کی تعداد میں پہنچ چکا ہے۔

3- یہ کہنا بھی حقیقت سے خالی نہیں ہو گا کہ ڈاکٹر اسرار احمد ہی وہ شخصیت ہیں جنہوں نے برقی میڈیا کو دعوت قرآن کے مقصد کے لئے استعمال کرنے کا آغاز کیا، وہ اس ضمن میں سیرت سے استدلال لائے ہیں کہ حضور ﷺ نے اپنے دور کے تمام مروجہ ذرائع کو شریعت کے دائرہ میں رہ کر استعمال کیا تھا۔

4- اگر اس مرحلے کا بغور جائزہ لیا جائے تو نظر آتا ہے کہ اس مرحلہ میں تنظیم اسلامی کافی فعال ہے اور بڑی کامیابی سے یہ مرحلہ طے کر رہی ہے۔

2۔ تنظیم

دوسرے مرحلہ میں نظریہ کو قبول کرنے والوں کے بارے میں کچھ یوں درج ہے:

دوسرے مرحلے کے طور پر جو لوگ اس نظریے کو قبول کر لیں انہیں ایک ہیئت اجتماعی کے تحت منظم کیا جائے، اس ہیئتِ اجتماعی یا تنظیم کی بھی دو شرطیں ہیں، اولاً یہ بڑی مضبوط فوجی ڈسپلن والی تنظیم ہونی چاہیئے،، جو Listen & Obey کے اصول کے تحت منظم ہو۔ ثانیاً یہ کہ اس تنظیم میں کارکنوں کی حیثیت اور مرتبے کا تعین تحریک کے ساتھ وابستگی، Commitment کی گہرائی، وفاداری اور قربانی کی بنیاد پر ہونا چاہیئے۔[35]

اس مرحلہ میں نظریہ سے متفق لوگوں کی منظم جماعت کے لئے تنظیم اسلامی نے بیعت سمع وطاعت کی بنیاد پر نظم کو قائم کیا ہے، موجودہ دور میں جس طرح کی جماعت سازی کی جاتی ہے یعنی تاسیسی یاداشت کہ جس میں جماعت کے قیام کے اغراض و مقاصد یا پھر دستور کہ جس میں شرائط رکنیت یا صدر یا چیئرمین کے انتخاب کا طریقہ کار وغیرہ کو تنظیم اسلامی ناپسند کرتی ہے اور اس حوالے سے بانی تنظیم کا مؤقف کچھ اس طرح کا ہے:

"جماعت سازی کا یہ نظام جو آج دنیا میں عام طور پر پایا جاتا ہے، خلافِ اسلام نہیں ہے، تاہم اس نظام کے حق میں کوئی دلیل نہ قرآن سے ملتی ہے اور نہ سنتِ رسول ﷺ سے، اس کے برعکس جماعت سازی کا جو طریقہ قرآن، سنت اور امت مسلمہ کی تیرہ سو سالہ تاریخ سے ملتا ہے وہ آج کے رائج طریقہ سے مختلف ہے"۔[36]

1۔ تنظیم سازی کے بارے میں ڈاکٹر اسرار احمد کے قرآن و سنت سے دیئے گئے استدلال اپنی جگہ درست ہیں، اگر انقلابی جماعت کے افراد فوجی نظم وضبط کے تحت سمع وطاعت کے طریقہ کار کو اپنائے ہوئے ہوں تو بلاشبہ

تنظیم کی کامیابی میں کوئی چیز رکاوٹ نہیں بن سکتی، لیکن عملی طور پر تنظیم کے افراد میں سمع و طاعت والا نظم نظر نہیں آتا جو کہ نظم کا بنیادی تقاضا ہے، شاید یہی وجہ ہے کہ تنظیم اپنے مطلوبہ مقاصد کو حاصل کرنے میں دشواری کا سامنا کر رہی ہے۔

2۔ اس کے علاوہ تنظیم اسلامی کے بیعت سمع وطاعت کے اس نظام میں امیر کو فیصلے کا حتمی اختیار دیا گیا ہے، چاہے اس میں شوریٰ کی اکثریت کی مخالفت ہی کیوں نہ ہو۔ یہ طے شدہ طریقہ اسلامی شورائی نظام سے مطابقت نہیں رکھتا۔

3۔ اس پر مزید یہ کہ امیر کے احتساب کے حوالے سے کوئی واضح فورم اور طریقہ کار تشکیل نہیں دیا گیا انتظامی معاملات کے حوالے یہ ایک کمزوری ہے جو اس تحریک میں نظر آتی ہے۔

3۔ تربیت

تیسرے مرحلے میں جو لوگ انقلابی جماعت کا حصہ بن چکے اب ان کی تربیت کا ہو گا، چنانچہ لکھا گیا ہے:

اسلامی انقلاب کے مراحل میں تیسرا مرحلہ کارکنوں کی تربیت کا ہے، اس مرحلے میں انقلابی جماعت کے کارکنوں کے ذہنوں سے انقلابی نظریہ ایک لحظہ کے لئے بھی اوجھل نہیں ہونا چاہیئے، اس لئے کہ اسی نظریے پر تو ساری انقلابی جدوجہد کا دارومدار ہے، اگر وہ انقلابی نظریہ ذہنوں میں راسخ ہے تو عمل کا جذبہ بھی بیدار رہے گا، اور اگر وہ نظریہ مدہم پڑ گیا تو جذبہ عمل بھی ختم ہو جائے گا، اس کے ساتھ ساتھ انہیں ڈسپلن کا عادی بنایا جائے کہ سنیں اور مانیں، یہ آسان کام نہیں ہے، بلکہ اس کے لئے بڑی ٹریننگ کی ضرورت ہے۔ انقلابی تربیت کا تیسرا ہدف یہ ہے کہ تحریک کے کارکنوں میں اپنا تن، من دھن سب قربان کرنے کا جذبہ پیدا ہو جائے، اس کے بغیر انقلاب نہیں آ سکتا۔[37]

تنظیم اسلامی کے نظامِ تربیت کے حوالے سے ڈاکٹر غلام حیدر اپنے ایک مضمون میں لکھتے ہیں کہ:

"تربیت کے لئے صرف نظریاتی پہلو کو مد نظر رکھا گیا اور اس مقصد کے لئے دروسِ قرآن کا سہارا لیا گیا، اگر اخلاقی و روحانی لحاظ اعتبار سے تنظیم اسلامی کے نظامِ تربیت کا جائزہ لیا جائے تو زیادہ تسلی بخش صورت حال سامنے نہیں آتی"۔[38]

1۔ اس وقت تنظیم اپنے رفقاء کو مسلسل محنت اور تزکیہ نفس کی تربیت سے گزارتے ہوئے انہیں آخری مرحلہ کے لئے تیار کر رہی ہے۔

2۔ تعلق مع اللہ کے حوالہ سے بھی تنظیم اسلامی نے اپنے رفقاء کی تربیت کا ہدف انفرادی عبادات و رضائے الٰہی کا حصول، ذاتی احتساب کے ضمن میں مراقبہ اور قرآن کی تسلسل کے ساتھ تلاوت، مجموعہ احادیث سے استفادہ کرنا، اپنے باطن کی اصلاح اور اخلاص نیت کے ساتھ اپنی زندگی کو نظم کا پابند بنانے کا طریقہ اختیار کر رکھا ہے۔

3۔ تحریک کے کارکنان میں اپنا تن من دھن قربان کرنے کا جذبہ پیدا کرنا، اس کے ساتھ ساتھ رفقاء کی روحانی و اخلاقی تربیت بھی شامل ہے، تاکہ اسلامی انقلاب کے کارکنان میں ذوق عبادت بھی ہو اور شوقِ شہادت بھی۔

4۔ مزید ان کے عقائد کی اصلاح، معیشت و معاشرت کو حرام سے پاک کرنا، دینی علم میں مسلسل اضافہ کرتے رہنا بھی شامل ہے۔ اس مرحلے کو تنظیم کے پروگرام کو آگے بڑھانے اور اپنے خواب کی تعبیر پانے کے لئے بنیادی حیثیت حاصل ہے، یہ مرحلہ تنظیم کے لئے ریڑھ کی ہڈی کی سی حیثیت رکھتا ہے۔

5۔ اگرچہ تربیت کا نظام تنظیم کا کافی بہتر ہے لیکن اس مرحلے میں بھی دوسرے مرحلہ (سمع و طاعت والے نظم و ضبط) کی کمزوری کے اثرات کافی حد تک پائے جاتے ہیں، مزید یہ کہ نظامِ تربیت کے مختلف پہلوؤں کے حوالے سے تنظیم اسلامی کے رفقاء میں باہمی اختلاف بھی پایا جاتا ہے۔

### 4۔ صبر محض

اس مرحلہ کے حوالے سے بانی تنظیم کچھ یوں لکھتے ہیں: انقلابی تحریک کے کارکن اپنے مؤقف پر ڈٹے رہیں، پیچھے نہ ہٹیں، لیکن تشدد و تعذیب کے جواب میں کسی قسم کی جوابی کاروائی نہ کریں، اس کی وجہ بہت منطقی ہے، پہلی بات تو یہ کہ معاشرے کے اندر تصادم پیدا کرنے والے یہی انقلابی لوگ ہوتے ہیں، جیسے پر سکون تالاب جس میں کوئی لہریں نہ ہوں اس میں آپ نے پتھر مار کر ارتعاش پیدا کر دیا، اسی طرح انقلابی لوگ پہلے سے قائم نظام کے خلاف آواز اٹھاتے ہیں کہ یہ نظام غلط ہے، یہ ایک استحصالی اور استبدادی نظام ہے، تو کس نے پتھر مارا؟ داعیان انقلاب نے! اب پتھر پانی میں جائے گا تو کچھ لہریں تو اٹھیں گی، تو معاشرے میں جو لہریں اٹھتی ہیں وہ انقلابی دعوت کا ایک فطری رد عمل ہے، ان میں دو Stages بڑی اہم ہیں، پہلی سٹیج میں کوشش یہ ہوتی ہے کہ جو شخص داعی انقلاب بن کر سامنے آیا ہے اس کی کردار کشی کی جائے، اس کی ہمت کو توڑ دیا جائے لیکن جب مخالفین دیکھتے ہیں کہ یہ دعوت تو آگے بڑھ رہی ہے اور لوگ اس کے گرد جمع ہو رہے ہیں تو اب جسمانی تشدد و تعذیب کی سٹیج کا آغاز ہو جاتا ہے، اور

اب اس کا نشانہ صرف داعی کی ذات نہیں بلکہ انقلابی تحریک کے تمام کارکن بنتے ہیں، اب یہاں صبر محض کی ضرورت ہے کہ اس سارے تشدد کو کسی جوابی کاروائی کے بغیر برداشت کیا جائے۔[39]

1۔ اس مرحلہ کے بارے ایسا محسوس ہوتا ہے کہ یہ حکمت عملی مکی دور کے تجربے سے لی گئی، کہ جس میں نظم رفقاء سے کسی بھی قسم کی مخالفت کو برداشت کرنے کا تقاضا کر رہا ہے۔

2۔ اگر تنظیم کا بغور تاریخی جائزہ لیا جائے تو اسے قائم ہوئے تقریباً نصف صدی ہو چلی ہے مگر عملی طور تنظیم اس مرحلے تک نہیں پہنچی جس کی وجہ سے فی الحال صبر محض کی کوئی صورت حال پیدا نہیں ہوئی۔

### 5۔ راست اقدام

اس مرحلے کی وضاحت یوں کی گئی ہے کہ انقلابی جدوجہد کا پانچواں مرحلہ اقدام کا ہو گا، یہ انتہائی فیصلے کا وقت ہے اور قیادت کی ذہانت کا امتحان ہے، اس مرحلے کے لئے مناسب وقت کا تعین بہت ضروری ہے، اگر آپ کی تیاری نہیں ہے اور آپ نے اقدام کر دیا تو آپ ختم ہو جائیں گے، دوسری طرف اگر تیاری پوری ہونے کے باوجود اقدام میں تاخیر کر دی تو آپ نے موقع کھو دیا، گویا اگر آپ نے موقع گنوا دیا تب بھی آپ ناکام ٹھہریں گے، اور اگر آپ نے قبل از وقت اقدام کر دیا تب بھی ناکام قرار پائیں گے، اقدام کا فیصلہ اس وقت کیا جانا چاہیئے جب یہ مخصوص ہو کہ ایک تو ہماری تعداد کافی ہے، "کافی" کا مطلب مختلف حالات میں مختلف ہو گا، ایک چھوٹے سے ملک میں جس کی ایک کروڑ کی آبادی ہے، شائد پچاس ہزار آدمی بھی ایسے تیار ہو جائیں تو کافی ہو جائیں گے، جبکہ پندرہ کروڑ کی آبادی کے ملک میں تین چار لاکھ تربیت یافتہ افراد درکار ہوں گے، دوسرے یہ کہ اب ان کے اندر ڈسپلن کی پوری پابندی ہو، "سنو اور اطاعت کرو" کے اصول کے خوگر ہو گئے ہوں کہ انہیں حکم دیا جائے گا تو حرکت کریں گے اور رکنے کا کہا جائے گا تو رک جائیں گے۔[40]

### 6۔ تصادم

اس مرحلے کی حکمتِ عملی کے بارے بانی تنظیم ڈاکٹر اسرار لکھتے ہیں کہ اقدام کے بعد چھٹا اور آخری مرحلہ براہ راست تصادم کا ہو گا، یعنی موجودہ نظام اور اس کے محافظوں کے ساتھ انقلابی کارکنوں کا باقاعدہ جسمانی تصادم ہو گا، کیونکہ جب آپ نے Active Resistance شروع کر دی ہے تو گویا آپ نے پورے سسٹم کو براہ راست چیلنج کر دیا ہے، لہٰذا اب موجودہ استحصالی نظام انقلابی تحریک کے کارکنوں کو مکمل طور پر کچلنے کے لئے اقدام کرے گا، اس مرحلے پر انقلابی تحریک کا امتحان ہو گا، اگر تحریک نے انقلاب کے لئے تیاری ٹھیک طور سے کی تھی، کارکنوں کی

تنظیم و تربیت درست نہج پر کی گئی تھی، صحیح وقت پر اقدام کا فیصلہ کیا تھا تو یہ تحریک کامیاب ہو جائے گی اور اگر تیاری کے بغیر ہی اقدام کر دیا ابھی نہ تو انقلابی کارکنوں کی معتدبہ تعداد موجود تھی، نہ ابھی ان کی تربیت تھی اور نہ وہ Listen & Obey کے خوگر تھے تو اس کا لازمی نتیجہ یہ ہو گا کہ یہ تحریک ناکام ہو جائے گی، گویا تصادم کے اس مرحلے کے بعد تو تخت یا تختہ والی بات ہو گی، کوئی درمیانی بات نہیں ہو گی۔[41]

البتہ تنظیم اسلامی کے نزدیک رسول اللہ ﷺ اور کفار کے درمیان تصادم والے مرحلے کی نوعیت اور پاکستان میں انقلاب کے لئے اس مرحلے میں عملی طور پر فرق ہے، وہاں ایک طرف مسلمان تھے تو دوسری طرف مشرک، مگر یہاں دونوں طرف مسلمان ہیں، لہٰذا تنظیم کے نزدیک قتال کا معاملہ پاکستان میں عملاً ناممکن ہے، اس لئے پاکستان میں اس مرحلہ کو قتال کی بجائے احتجاج اور سسٹم کے بائیکاٹ کے ذریعے طے کیا جائے۔

اس حوالے سے ڈاکٹر اسرار احمد کہتے ہیں کہ "دریں حالات ایک ہی راستہ باقی ہے، وہ یہ کہ پر امن، منظم عوامی تحریک اٹھے، جو توڑ پھوڑ نہ کرے اور سرکای املاک کو نقصان نہ پہنچائے، البتہ یہ لوگ خود جانیں دینے کو تیار ہوں، اس کو میں یک طرفہ جنگ سے تعبیر کرتا ہوں، یہ لوگ سڑکوں پر آکر منکرات کے خلاف احتجاجی مظاہرے کریں، یہ لوگ حکومت سے اپنا مؤقف واضح کریں کہ ہم نے منکرات کے انسداد کے لئے آپ سے بہت درخواستیں کیں، آپ کے آگے ہاتھ جوڑے کہ خدارا سود ختم کر دو، لیکن اب ہم Picketing کریں گے، دھرنا دیں گے، بینکوں کا گھیراؤ کریں گے اور اس سودی نظام کو جیتے جی نہیں چلنے دیں گے، چلاؤ ہم پر گولیاں! میرے خیال میں اس وقت انقلاب کے لئے یہی قابل عمل طریقہ ہے"۔[42]

1۔ پانچویں مرحلہ میں مخصوص تعداد کے بعد باطل نظام کو چیلنج کرنے اور چھٹے مرحلہ پر تصادم یا پر امن احتجاج کی صورت پیش آسکتی ہے، تنظیم اسلامی کو ان دو مراحل کا سامنا ہو اور اس کے ذریعے اپنی انقلابی فکر کو روبہ کمال پہنچائے، مستقبل قریب میں ایسا کچھ ہوتا نظر نہیں آتا۔

2۔ آخری مرحلے کو اگر موجودہ حالات کے تناظر میں دیکھا جائے تو ایسی بے شمار مثالیں موجود ہیں کہ کسی اجتماعیت نے اپنے حقوق اور اپنی بات منوانے کے لئے پر امن اور منظم طریقے سے اپنا احتجاج ریکارڈ کرایا یا دھرنا دیا، چند روز ہی نہیں بلکہ کافی وقت تک مسلسل نظم و ضبط کے ساتھ مظاہرہ جاری رکھا مگر انہیں کوئی خاطر خواہ کامیابی نہیں مل سکی، لہٰذا موجودہ دور میں اس آخری مرحلے کے حوالے سے بھی تنظیم اسلامی کو اپنی حکمت عملی پر نظر ثانی کی ضرورت ہے۔

3۔ مزید یہ کہ تنظیم اسلامی اگرچہ اپنے بنائے ہوئے طریق کار پر کوشاں ہے، تاہم تاریخی لحاظ سے دیکھا جائے تو نظر آتا ہے کہ یہ تحریک ابھی تک ابتدائی تین مراحل ہی میں محوِ سفر ہے۔

یہ تنظیم اپنا ایک مخصوص اسلامی انقلابی فکر رکھتے ہوئے ایک طرف انجمن خدام القرآن کے ذریعے لوگوں کو قرآن کی طرف بلاتی ہے تو دوسری طرف رفقائے تنظیم، تنظیم اسلامی کے پلیٹ فارم سے لوگوں کو انقلاب کی دعوت دیتے ہیں، ساتھ ہی اپنے رسائل ندائے خلافت، میثاق اور حکمت قرآن کے ذریعے حکومت اور سیاسی جماعتوں کو اصلاح کے مشورے بھی دیتے ہیں، تو تحریکِ خلافت کو بھی چلا رہے ہیں، جس کا مطلب یہ ہے کہ ایک طرف وہ مخصوص نظریہ خلافت رکھتے ہیں لیکن دوسری طرف جاری نظام کی اصلاح کے لئے بھی فکر مند ہیں اور یہ بات خوش آئند ہے کہ یہ اس بات کے سختی سے قائل ہیں کہ اسلام دنیا کے سامنے دین اور ایک نظام کی حیثیت سے پیش کیا جانا چاہئے۔

اگرچہ یہ ایک حقیقت ہے کہ ڈاکٹر اسرار اور ان کی تنظیم جس بات کو حق سمجھتے ہیں اس کا برملا اظہار کرتے ہیں، لیکن تنظیم اسلامی کے نظریات سے اختلاف بھی کیا گیا اور اس پر بھرپور تنقید بھی کی گئی، جیسا کہ ڈاکٹر غلام حیدر نے اپنے ایک آرٹیکل میں لکھا ہے:

The sincerity of Dr. Israr Ahmad is out of question, but it seems that his thinking about the methodology of Prophetic Revolution is not balanced. Democratic way is the only possible and feasible solution of this issue. If constitution is followed strictly, complete change may be brought in society. Although it needs patience and steadfastness .[43]

البتہ مختلف فورمز سے انہیں سراہا بھی گیا اور کامیابی کی خواہشمندی کا بھی اظہار کیا گیا، محمد عمار خان ناصر لکھتے ہیں:

ڈاکٹر اسرار احمد اپنے حصے کی ذمہ داری ادا کر کے دنیا سے تشریف لے جا چکے ہیں، اب یہ ان کی قائم کردہ حلقہ فکر کی ذمہ داری ہے کہ وہ پورے شعور، بصیرت اور استقامت کے ساتھ اس روایت کے سلسلے کو قائم رکھے، کہیں ایسا نہ ہو بعض دوسری اصلاحی و احیائی تحریکوں کی طرح ایک فکری کیمپ کے ساتھ وابستگی کا احساس رفتہ رفتہ اتنا غالب آ جائے کہ حریت فکر اور خود تنقیدی کی جگہ سکوت و اغماض لے لیں اور نقائص و کمزوریوں کی جرات مندانہ نشان دہی کی جگہ پردہ پوشی بلکہ بعض صورتوں میں حمیت جاہلیہ کا رویہ پروان چڑھنے لگے۔[44]

تنظیم نے عسکری اور انتخابی منہج کی بجائے جس انقلابی راستے کا انتخاب کیا ہے، اگر دیکھا جائے تو تنظیم اسلامی انقلاب کے ضمن میں کوئی پیش رفت نہیں کر سکی۔ سوائے اس کے کہ فی الحال افراد کو جماعت کی صورت میں اکٹھا کر کے ان کی اسلامی فکر اور تربیت کا سامان کر رہی ہے، اس بات سے بھی کوئی انکار نہیں کیا جا سکتا کہ قرآن کی تعلیم کو عام کرنے، اس کا فہم دینے اور قرآن کریم سیکھنے کا شوق و ترغیب دینے کا بھرپور انداز میں سامان مہیا کر رہی ہے، لیکن

اس سے ایک انقلابی فکر رکھنے والی تنظیم کے بارے یہ تاثر بھی ابھرتا ہے کہ اِس نے محض قرآنی تبلیغی جماعت کی صورت تو اختیار نہیں کرلی۔ بہر حال یہ بات بھی واضح ہے کہ معاشرے میں انقلاب برپا کرنے کے لئے جو لائحہ عمل تنظیم کی طرف سے ملتا ہے، وہ بھی ایک طویل اور صبر آزما جدوجہد سے ہی ممکن ہے۔

## نتائج

1۔ بانی تنظیم اسلامی ڈاکٹر اسرار احمد نے پڑھے لکھے طبقے میں قرآن مجید کا فہم عام کرنے اور نئی نسل کو اسلامی نظام کی اصل اصطلاح "خلافت" سے مانوس کرنے میں اہم کردار ادا کیا۔

2۔ تنظیم اسلامی کے نقطہ نظر سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ تنظیم جس انقلاب سے متاثر اور جس کو سب سے بہتر اور کامل سمجھتی ہے وہ نبی اکرم ﷺ کا لایا ہوا انقلاب ہے۔

3۔ برصغیر پاک وہند میں تنظیم اسلامی اپنے فکری پس منظر کو شیخ الہند مولانا محمود حسن اور مولانا ابو الکلام آزاد سے جوڑتی ہے، اور یہ کافی حد تک علامہ اقبال سے بھی متاثر نظر آتی ہے۔

4۔ دورِ حاضر میں تنظیم اسلامی کے پیش کردہ تصور انقلاب میں جماعت اسلامی کا ہی تسلسل نظر آتا ہے، فرق صرف اتنا ہے کہ جماعت اسلامی انتخابی میدان میں چلی گئی ہے جبکہ تنظیم اسلامی نے انقلابی جدوجہد کا راستہ اپنایا، اور اسے منہج انقلابِ نبوی ﷺ کا نام دیا۔

5۔ تنظیم اسلامی معاشرے میں نظام کی تبدیلی کے لئے قرآن مجید اور اس کی تعلیمات کو بطور ہتھیار کے استعمال کر رہی ہے۔

6۔ پہلے مرحلہ میں تنظیم اسلامی کافی فعال ہے اور بڑی کامیابی سے یہ مرحلہ طے کر رہی ہے۔

7۔ دوسرے مرحلہ میں تنظیم اپنے انقلابی نظم، اطاعتِ امیر اور احتسابِ امیر کے حوالے سے واضح اور مربوط نظام نہ ہونے کی وجہ سے فکری انتشار کا شکار ہے۔

8۔ تیسرے مرحلہ میں نظریاتی اور عملی لحاظ سے رفقاء کی اخلاقی و روحانی تربیت کا اہتمام کیا جارہا ہے مگر اس تربیت کے عملی مظاہر کماحقہ سامنے نہیں آرہے۔

9۔ اپنے طے کردہ چھ انقلابی مراحل میں تنظیم فی الحال ابتدائی تین مراحل میں عملی جدوجہد کر رہی ہے، جبکہ آخری تین مراحل مستقبل قریب میں بھی وقوع پذیر ہوتے نظر نہیں آرہے۔

10۔ تنظیم اسلامی نے اپنے اہداف کی تکمیل کے لئے کسی مخصوص وقت اور عرصے کا تعین نہیں کیا، جس سے اس تحریک کی کامیابی کے بارے اندازہ لگانا مشکل ہے کہ کب تک یہ اپنے اہداف میں کامیاب ہو پائے گی۔

## حوالہ جات

[1] غازی محمد وقاص، ڈاکٹر اسرار احمد کی یاد میں، صفہ پبلشرز، لاہور، 2010ء، ص149۔

[2] عطاء الرحمن عارف، انیسویں اور بیسویں صدی میں عالم اسلام کی پانچ نمایاں احیائی تحریکیں، نظریات اور مناہج پر جغرافیائی اثرات کا تقابلی جائزہ، شعبہ اسلامک لرننگ، کلیہ معارف اسلامیہ، جامعہ کراچی، کراچی، غیر مطبوع 2018ء، ص211۔

[3] اسرار احمد، سرافگندم، مرکزی انجمن خدام القرآن، لاہور، 1979ء، ص49۔

[4] ایوب بیگ مرزا، "اک شخص سارے شہر کو ویراں کر گیا"، مشمولہ ہفت روزہ "ندائے خلافت"، گڑھی شاہو، مرکزی دفتر تنظیم اسلامی، لاہور، شمارہ 17، 27 اپریل تا 3 مئی 2010ء، ص3۔

[5] ایضاً۔

[6] اسرار احمد، عزمِ تنظیم، شعبہ دعوت تنظیم اسلامی، لاہور، 2011ء، ص20۔

[7] عبدالمجید ساجد، "ڈاکٹر اسرار احمد" مشمولہ ہفت روزہ "ندائے خلافت"، گڑھی شاہو، مرکزی دفتر تنظیم اسلامی، لاہور، شمارہ 17، 27 اپریل تا 3 مئی 2010ء، ص35۔

[8] ایوب بیگ مرزا، "اک شخص سارے شہر کو ویراں کر گیا"، ص4۔

[9] عطاء الرحمن عارف، انیسویں اور بیسویں صدی میں عالم اسلام کی پانچ نمایاں احیائی تحریکیں، نظریات اور مناہج پر جغرافیائی اثرات کا تقابلی جائزہ، ص211۔

[10] ایضاً۔

[11] احمد سعید راشد، احیائے خلافت سے متعلق اسلامی تحریکات کے نظریات کا تحلیلی مطالعہ، کلیہ عربی وعلوم اسلامیہ، علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی، اسلام آباد، غیر مطبوع، 10-2008ء، ص65۔

[12] انٹرویو، شوکت حسین انصاری، معتمد تنظیم اسلامی حلقہ جنوبی پنجاب، بمقام قرآن اکیڈمی ملتان، بتاریخ: 31-12-2020ء۔ رابطہ نمبر: 03226187858۔

[13] اسرار احمد، تعارف تنظیم اسلامی، ناظم نشرواشاعت، مرکزی انجمن خدام القرآن، لاہور، (طبع دہم)، 2011ء، ص12۔

[14] اسرار احمد، تنظیم اسلامی کا امتیازی محل ومقام، تنظیم اسلامی حلقہ کراچی جنوبی، کراچی، 2009ء، ص11۔

[15] اسرار احمد، تعارف تنظیم اسلامی، ص4۔

[16] اسرار احمد، انقلاب نبوی کا اساسی منہاج، ناظم نشرواشاعت مرکزی انجمن خدام القرآن، لاہور، 2006ء، ص4-5۔

[17] مرکز تعلیم و تحقیق، قرآن اکیڈمی لیسین آباد کراچی (مرتب)، ڈاکٹر اسرار احمد اور تنظیم اسلامی۔ ایک تعارف، انجمن خدام القرآن سندھ، کراچی، 2012ء، ص235۔236۔

[18] مسلم بن الحجاج القشیری، صحیح مسلم، کتاب المساقاۃ، باب أخذ الحلال وترک الشبھات، رقم الحدیث:4099۔

[19] اسرار احمد، "انقلاب کا سرچشمہ: محمد رسول ﷺ کی سیرت طیبہ" مشمولہ ہفت روزہ "ندائے خلافت"، جلد 28، شمارہ 21، لاہور، ص1۔

[20] اسرار احمد، تنظیم اسلامی کا تاریخی پس منظر، مرکزی انجمن خدام القرآن، لاہور، 1991ء، ص25۔

[21] اسرار احمد، جماعت شیخ الہند اور تنظیم اسلامی، ناظم نشر و اشاعت، مرکزی انجمن خدام القرآن، لاہور، (طبع پنجم)، 2013ء، ص411۔

[22] اسرار احمد، تنظیم اسلامی کا تاریخی پس منظر، ص35۔

[23] اسرار احمد، سرافگندم، ص32۔

[24] ایضاً، ص35، 36۔

[25] اسرار احمد، جماعت شیخ الہند اور تنظیم اسلامی، ص23۔

[26] رحمت اللہ بٹر، دین اسلام اور انسانی زندگی کے انفرادی و اجتماعی معاملات، شعبہ دعوت و تربیت تنظیم اسلامی، لاہور، س ن، ص3-4۔

[27] اسرار احمد، تنظیم اسلامی کی دعوت، شعبہ تعلیم و تربیت تنظیم اسلامی، لاہور، 2013ء، ص13۔

[28] اسرار احمد، ڈاکٹر، دینی فرائض کا جامع تصور، دارالاسلام مرکز تنظیم اسلامی، لاہور، س ن، ص28۔

[29] عطاء الرحمن عارف، انیسویں اور بیسویں صدی میں عالم اسلام کی پانچ نمایاں احیائی تحریکیں، نظریات اور مناہج پر جغرافیائی اثرات کا تقابلی جائزہ، ص214۔

[30] اسرار احمد، تنظیم اسلامی اور انجمن خدام القرآن کا باہمی ربط، شعبہ دعوت و تربیت تنظیم اسلامی حلقہ کراچی، کراچی، (طبع دوم)، 2003ء، ص6۔

[31] اسرار احمد، اسلام کی نشاۃ ثانیہ۔ کرنے کا اصل کام، مرکزی انجمن خدام القرآن، لاہور، 2014ء، ص26۔

[32] اسرار احمد، نظام خلافت کیا، کیوں اور کیسے؟ مرکزی انجمن خدام القرآن، لاہور، 2012ء، ص5۔

[33] اسرار احمد، خلافت کی حقیقت اور عصر حاضر میں اس کا نظام، مرکزی انجمن خدام القرآن، لاہور، 2013ء، ص197۔

[34] اسرار احمد، "انقلابی عمل کا پہلا مرحلہ: انقلابی نظریہ"، مشمولہ ہفت روزہ "ندائے خلافت"، لاہور، جلد 28، شمارہ 22، 2019ء، ص1۔

[35] اسرار احمد، "انقلابی عمل کا دوسرا مرحلہ: تنظیم" مشمولہ ہفت روزہ "ندائے خلافت"، جلد 28، شمارہ 23، لاہور، ص1۔

[36] اسرار احمد، اسلامی نظم جماعت میں بیعت کی اہمیت، تنظیم اسلامی پاکستان، گڑھی شاہو، لاہور، مارچ 2013ء، ص14۔

[37] اسرار احمد، "کارکنوں کی روحانی تربیت کی اہمیت" مشمولہ ہفت روزہ "ندائے خلافت"، جلد 28، شمارہ 24، لاہور، ص 1۔

[38] غلام حیدر، فیصل محمود، "ڈاکٹر اسرار احمد کا تصورِ دین و سیاست۔ تجزیاتی مطالعہ"، ششماہی تہذیب الافکار، عبد الولی خان یونیورسٹی، مردان، جون 2016ء، ص 99۔

[39] اسرار احمد، "صبر محض"، مشمولہ ہفت روزہ "ندائے خلافت"، جلد 28، شمارہ 25، لاہور، ص 1۔

[40] اسرار احمد، "راست اقدام" مشمولہ ہفت روزہ "ندائے خلافت"، جلد 28، شمارہ 26، لاہور، ص 1۔

[41] اسرار احمد، "انقلاب کا آخری مرحلہ" مشمولہ ہفت روزہ "ندائے خلافت"، جلد 28، شمارہ 27، لاہور، ص 1

[42] اسرار احمد، رسولِ انقلاب ﷺ کا طریقہ انقلاب، ناظم نشر و اشاعت مرکزی انجمن خدام القرن، لاہور، 2010ء، ص 52۔

[43] Ghulam Haider, An Analytical Study of Dr. Israr Ahmad's Thought about, Revolution, Pakistan Journal of Islamic Research, Vol 13, Department of Islamic Studies, B.Z.U Multan, 2014. p28

[44] محمد عمار خان ناصر، "ڈاکٹر اسرار احمد کے ناقدانہ طرز فکر کا ایک مطالعہ"، مشمولہ ماہنامہ "الشریعہ"، الشریعہ اکادمی، گوجرانوالہ، شمارہ اگست 2012ء، ص 49۔